آپ نے ۱۱۹۰ھ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کے انتقال کے دس سال بعد اُنہتر سال کی عمر میں قصبہ پھلت پرگنہ کھاتولی ضلع مظفر نگر میں انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ کا مزار شریف بیرون احاطہ درگاہ حضرت مولانا شاہ محمد عاشق صاحب خلیفۂ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ محدث دہلوی کے ہے۔ فقیر بھی وہاں جاکر مزار مقدس کی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔ آپ کی تصانیف کثیرہ فقیر کے پاس موجود ہیں۔

فقط بندہ محمد ظہیرالدین عرف سید احمد ولی اللّٰہی

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کی وفات سے اسّی برس بعد شاہ ولی اللہؒ شیخ عبدالرحیم بن شیخ وجیہ الدین کے گھر میں پیدا ہوئے۔ شیخ عبدالرحیم اپنے عہد کے ایک زبردست عالم اور صاحب عرفان صوفی تھے۔ اور اپنے ہمعصر علماء میں آپ کو بلند و ممتاز مقام حاصل تھا۔ آپ عہد عالمگیری میں مسند علم و درک اور مسند فقر و سلوک دونوں کے جامع تھے۔

شاہ عبدالرحیم کے ہاں عقد اول سے کوئی اولاد نہ تھی، اس لیے آپ نے شیخ محمد صاحب پھلتی کی صاحبزادی سے دُوسرا عقد کیا۔ اس نیک بخت و نیک سیرت خاتون کے بطن سے ۴ شوال ۱۱۱۴ھ ۱۷۰۳ء کو حضرت شاہ ولی اللہؒ پیدا ہوئے۔ اس نیک بخت خاتون کے بطن سے شاہ ولی اللہؒ کے علاوہ دو لڑکے اور بھی پیدا ہوئے۔ شاہ اہل اللہ اور شاہ حبیب اللہ جو دونوں کے دونوں علم و عمل میں ممتاز تھے۔

(مقدمہ اردو ترجمہ برہان الٰہی حجۃ اللہ البالغہ)

جناب محمد عبد الشہید نعمانی

(۱)

امام ابو حنیفہ کی تابعیت

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ائمۂ اربعہ میں ایک خاص ممتاز اور منفرد حیثیت کے حامل ہیں جس کی وجہ ان کی وہ خصوصیات اور امتیازات ہیں جو دوسرے ائمہ میں نہیں پائے جاتے اور انھیں خصوصیات کی بناء پر آپ کو "امام اعظم" کے لقب سے ملقّب کیا جاتا ہے۔

علماء نے آپ کی بہت سی خصوصیتیں بتائی ہیں جن میں چند اتنی اہم ہیں کہ ان کی وجہ سے امام صاحب نہ صرف فقہاء بلکہ محدثین میں بھی ممتاز ہو گئے ہیں۔

ان خصوصیات میں ایک امتیازی خصوصیت جو تاریخی اور دینی دونوں اعتبار سے انتہائی اہم ہے وہ ان کی تابعیت ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ائمۂ اربعہ میں امام صاحب کے علاوہ یہ منصب کسی اور امام کو حاصل نہ ہو سکا۔

اسی تابعیت کی بناء پر آپ کو بارگاہِ رسالتؐ سے بیک واسطہ تلمذ کا شرف حاصل ہے اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس نے امام صاحب کو اپنے معاصر اور بعد کے آنے والے محدثین میں اسنادِ عالی کی حیثیت سے ممتاز کر دیا ہے۔ دوسرے ائمہ کی اسانید عالیہ پر نظر ڈالیے، امام مالک تبع تابعی ہیں اس لیے ان کی احادیث میں سب سے عالی "ثنائیات"[1] ہیں،

---

[1] یعنی وہ روایات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بدو واسطہ مروی ہیں۔

امام شافعی، امام احمد بن حنبل کی چونکہ کسی تابعی سے بھی ملاقات نہ ہوسکی اس لیے ان کی سب سے اعلیٰ مرویات "ثلاثیات"[۱] شمار کی جاتی ہیں۔ مصنفین صحاح ستہ میں سے امام بخاری، امام ابن ماجہ، امام ابو داؤد اور امام ترمذی کی بھی چونکہ بعض تبع تابعین سے ملاقات ہوگئی تھی اس لیے وہ بھی اس فضیلت میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے شریک ہیں۔ امام مسلمؒ اور امام نسائی کی کسی تبع تابعی سے بھی ملاقات نہ ہوسکی اس لیے ان کی سب سے عالی روایات "رباعیات"[۲] ہیں۔

اسی طرح محدثین میں امام اعظمؒ ہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے فقہی ابواب کی ترتیب پر علم حدیث میں سب سے پہلے کتاب الآثار جیسی بیش بہا تصنیف مرتب فرماکر بعد کے آنے والے ائمہ کے لیے ترتیب وتدوین کا ایک عمدہ نمونہ قائم کیا۔

تاریخ وتراجم کی کتابوں میں یہ بحث تو پہلے سے چلی آتی ہے کہ آیا امام صاحبؒ کی صحابہ سے روایت ثابت ہے یا نہیں۔ لیکن امام اعظمؒ کی رؤیت صحابہ سے کسی مؤرخ کو انکار نہیں۔ البتہ گزشتہ صدی کے آخر میں جب ہندوستان میں تحریک اہل حدیث نے زور پکڑا اور تقلید وعدم تقلید کی بحثیں چھڑیں تو بعض حضرات نے مخالفت کے جوش میں امام صاحبؒ کی تابعیت پر بھی کلام کیا اور صحابہ سے امام اعظمؒ کی نہ صرف روایت بلکہ رؤیت سے بھی انکار کردیا۔

جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے، اردو میں یہ بحث مولانا نواب قطب الدین صاحب دہلوی شارح مشکوٰۃ کی مشہور کتاب تنویر الحق کے بعد شروع ہوئی جو تقلید ائمہ کے ثبوت میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کی ابتدا میں فضائل امام اعظمؒ پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے منجملہ اور فضائل کے ان کی تابعیت کا بھی ذکر کیا تھا۔ اور صحابہ سے امام اعظمؒ کی روایت کو ثابت کیا تھا۔ اس رسالہ کے جواب میں سرخیل اہل حدیث جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے "معیار الحق" لکھی، جس میں صحابہ سے امام اعظمؒ کی رؤیت اور روایت دونوں کے ثبوت

---

[۱] وہ روایتیں جو تین واسطوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہیں۔

[۲] وہ روایات جن کے سلسلہ سند میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک چار واسطے ہیں۔

امام شافعی، امام احمد بن حنبل کی چونکہ کسی تابعی سے بھی ملاقات نہ ہوسکی اس لیئے ان کی سب سے اعلیٰ مرویات "ثلاثیات"[۱] شمار کی جاتی ہیں۔ مصنفین صحاح ستہ میں سے امام بخاری، امام ابن ماجہ، امام ابو داؤد اور امام ترمذی کی بھی چونکہ بعض تبع تابعین سے ملاقات ہوگئی تھی اس لیے وہ بھی اس فضیلت میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے شریک ہیں۔ امام مسلمؒ اور امام نسائی کی کسی تبع تابعی سے بھی ملاقات نہ ہوسکی اس لیے ان کی سب سے عالی روایات "رباعیات"[۲] ہیں۔

اسی طرح محدثین میں امام اعظمؒ ہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے فقہی ابواب کی ترتیب پر علم حدیث میں سب سے پہلے کتاب الآثار جیسی بیش بہا تصنیف مرتب فرماکر بعد کے آنے والے ائمہ کے لیے ترتیب و تدوین کا ایک عمدہ نمونہ قائم کیا۔

تاریخ و تراجم کی کتابوں میں یہ بحث تو پہلے سے چلی آتی ہے کہ آیا امام صاحبؒ کی صحابہ سے روایت ثابت ہے یا نہیں۔ لیکن امام اعظمؒ کی رؤیت صحابہ سے کسی مؤرخ کو انکار نہیں۔ البتہ گزشتہ صدی کے آخر میں جب ہندوستان میں تحریک اہل حدیث نے زور پکڑا اور تقلید و عدم تقلید کی بحثیں چھڑیں تو بعض حضرات نے مخالفت کے جوش میں امام صاحبؒ کی تابعیت پر بھی کلام کیا اور صحابہ سے امام اعظمؒ کی نہ صرف روایت بلکہ رؤیت سے بھی انکار کردیا۔

جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے، اردو میں یہ بحث مولانا نواب قطب الدین صاحب دہلوی شارح مشکوٰۃ کی مشہور کتاب تنویر الحق کے بعد شروع ہوئی جو تقلید ائمہ کے ثبوت میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کی ابتدا میں فضائل امام اعظمؒ پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے منجملہ اور فضائل کے ان کی تابعیت کا بھی ذکر کیا تھا۔ اور صحابہ سے امام اعظمؒ کی روایت کو ثابت کیا تھا۔ اس رسالہ کے جواب میں سرخیل اہل حدیث جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے "معیار الحق" لکھی، جس میں صحابہ سے امام اعظمؒ کی رؤیت اور روایت دونوں کے ثبوت

---

[۱] وہ روایتیں جو تین واسطوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہیں۔

[۲] وہ روایات جن کے سلسلہ سند میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک چار واسطے ہیں۔

کا انکار کیا۔ پھر "معیار" کے جواب میں علماء احناف کی طرف سے دو[؎] کتابیں لکھی گئیں۔ ایک "انتصار الحق" مؤلفہ مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری، دوسری مدار الحق مؤلفہ مولانا محمد شاہ صاحب صدیقی۔ ان دونوں کتابوں میں تابعیت پر تفصیلی بحث کی گئی اور دلائل سے اس کا اثبات کیا گیا۔ اس کے بعد مولانا شبلی نے سیرۃ النعمان لکھی جس میں انتہائی سنجیدہ اور تحقیقی انداز میں امام صاحب کے حالاتِ زندگی سپردِ قلم کیے۔ اس کتاب میں مولانا شبلی نے اگرچہ امام اعظم کی تابعیت کا اثبات کیا ہے لیکن روایت صحابہ کے سلسلہ میں ان کی رائے بعض متاخرین شوافع کی رائے سے متاثر ہوگئی۔ اس لئے اس بارے میں انھوں نے زیادہ تحقیق سے کام نہیں لیا بلکہ انھیں بعض علماء شوافع کی رائے پر اعتماد کرتے ہوئے امام اعظمؒ کی روایت صحابہ سے انکار کردیا۔ اور اس سلسلہ میں وہی دلائل نقل کردیئے جو صاحب الخیرات الحسان نے اپنی کتاب میں بیان کیے تھے۔

اب حال ہی میں مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی نے اپنی مشہور کتاب "ابن ماجہ اور علم حدیث" میں صحابہ سے امام اعظم رحمہ اللہ کی روایت کے اثبات پر ایک نہایت قیمتی بحث سپردِ قلم کی ہے جو قابل دید ہے اس کے علاوہ موصوف نے اپنی عربی تصنیف "التعلیق القویم علی مقدمۃ کتاب التعلیم" اور "التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات" میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر نہایت سیر حاصل بحث کی ہے جو نہایت قیمتی معلومات پر مشتمل ہے۔

اس مسئلہ پر بحث شروع کرنے سے پہلے سب سے اول تو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ شرعی نقطۂ نظر سے تابعیت کی کیا اہمیت ہے؟ اور وہ کیوں باب مناقب کی ایک اہم خصوصیت اور قابلِ فخر چیز بن گئی ہے؟ اور اس کے بعد پھر اس پر غور کرنا چاہیے کہ تابعی کی تعریف

؎ یہ دونوں کتابیں ادارہ "سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد سندھ" نے عربی ٹائپ میں نہایت عمدہ کاغذ پر شائع کی ہیں۔ "التعلیق القویم" امام مسعود ابن شیبہ سندھی کی "مقدمہ کتاب التعلیم" کا حاشیہ ہے۔ اور "التعلیقات" مخدوم عبداللطیف محدث سندھی کی "ذب ذبابات الدراسات" کا، یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں ہے اور ملا محمد معین سندھی کی "دراسات اللبیب" کا رد ہے۔

کیا ہے؟ اور کون شخص اس فضیلت کا حامل بن سکتا ہے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔

"اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار کر رکھے ہیں واسطے ان کے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں رہا کریں ان ہی میں ہمیشہ یہی ہے بڑی کامیابی"

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ۔

"اور جو آگے آگے ہیں، وہی نعمت کے باغوں میں خاص قرب والے ہیں۔"

اور حدیث میں ہے:

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یجیٔ قوم تسبق شھادۃ احدھم یمینہ ویمینہ شھادتہ۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الاقضیۃ والشہادات الفصل الاول)

"حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ جو ان سے پیوستہ ہیں، پھر وہ جو ان سے پیوستہ ہیں۔ پھر ایسے لوگ آئیں گے کہ ان میں سے کسی کی گواہی اس کی قسم سے پہلے ہوگی اور کسی کی قسم اس کی گواہی سے پہلے۔" (مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کسی شخص کو نہ قسم کھاتے میں باک ہوگا، نہ گواہی دینے میں۔ بلکہ آگے سے آگے گواہی دینے اور قسم کھانے کے لئے تیار ہوں گے۔)

ان آیات واحادیث پر غور کیجیے۔ سابقیت، مقربیت، رضاء الٰہی، وعدۂ دخول جنت اور وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا، فوزِ عظیم، خیریت زمان۔ یہ وہ فضائل اور خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے شرفِ تابعیت باب مناقب کی ایک عظیم خصوصیت اور انتہائی قدر و منزلت کی چیز بن گئی ہے۔

اب تابعی کی تعریف پر غور کیجیے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ کون لوگ اس فضیلت کے حامل ہو سکتے ہیں۔

حافظ ابن صلاح المتوفی ۶۴۳ھ اپنی کتاب "علوم الحدیث المعروف بمقدمۃ ابن الصلاح" میں فرماتے ہیں:

قال الخطیب التابعی من صحب الصحابی قلت ومطلقہ مخصوص بالتابعی باحسان ویقال للواحد منھم تابع وتابعی. وکلام الحاکم ابی عبداللہ وغیرہ مشعر بانہ یکفی فیہ ان یسمع من الصحابی او یلقاہ وان لم توجد الصحبۃ العرفیۃ. والاکتفاء فی ھذا بمجرد اللقاء والرؤیۃ اقرب منہ فی الصحابی نظراً الی مقتضی اللفظین فیھما. [1]

خطیب کہتے ہیں جس شخص نے صحابی کی صحبت اٹھائی ہو وہ تابعی ہے۔ میں (ابن صلاح) کہتا ہوں۔ مطلق تابعی کا لفظ اس تابعی کے ساتھ مخصوص ہے جو صحابہ کی اچھی طرح اتباع کرے ان میں سے واحد کے لیے تابع اور تابعی دونوں لفظوں کا استعمال ہوتا ہے۔ ابی عبداللہ الحاکم وغیرہ کا کلام اس بات کو بتاتا ہے کہ تابعی ہونے کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ اس کو کسی صحابی سے سماع یا لقاء حاصل ہو۔ اگرچہ صحبتِ عرفیہ نہ پائی جائے۔ اور لقاء اور رؤیت کے لحاظ سے صحابی وتابعی کے الفاظ کے مقتضی پر غور کیا جائے تو بہ نسبت صحابی کے تابعی کے بارے میں مجرد لقاء اور رؤیت پر اکتفاء کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ حافظ ابن صلاح کے نزدیک مجرد رؤیت تابعیت کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے حافظ زین الدین العراقی المتوفی ۸۰۶ھ فرماتے ہیں:

وفیہ امور احدھا ان تقدیم المصنف کلام الخطیب فی حد التابعی علی کلام الحاکم وغیرہ وتصدیرہ

یہاں چند امور قابلِ لحاظ ہیں۔ من جملہ ان کے ایک مصنف کا تابعی کی تعریف میں خطیب کے کلام کو حاکم وغیرہ کے کلام پر مقدم کرنا اور اس کے ذریعے اپنے کلام کا آغاز کرنا یہ وہم پیدا

---

[1] ص ۲۷۴ طبع حلب۔

بد کلامہ ربما یوھم ترجیحہ علی القول الذی بعدہ ولیس کذلک بل الراجح الذی علیہ العمل قول الحاکم وغیرہ فی الاکتفاء بمجرد الرؤیۃ دون اشتراط الصحبۃ وعلیہ یدل عمل ائمۃ الحدیث مسلم بن حجاج و ابی حاتم بن حبان و ابی عبد اللہ الحاکم و عبد الغنی بن سعید وغیرھم۔	کرسکتا ہے کہ اس قول کو بعد والے قول پر ترجیح ہے حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہے بلکہ قول راجح جس پر عمل در آمد ہے وہ حاکم وغیرہ کا قول ہے کہ مجرد رؤیت کافی ہے اور صحبت کی شرط نہیں ہے اور اسی پر ائمہ حدیث مسلم بن الحجاج، ابی حاتم ابن حبان، ابی عبداللہ الحاکم اور عبد الغنی بن سعید وغیرہ کا عمل بھی دلالت کر رہا ہے۔

معلوم ہوا کہ نہ صرف ابن صلاح بلکہ اس فن کے مستند ائمہ مسلم بن الحجاج، ابن حبان، حاکم اور عبد الغنی بن سعید کی رائے بھی یہی ہے۔ البتہ ابن حبان نے یہ شرط لگائی ہے کہ رؤیت ایسے سن میں ہونا چاہیے جس میں وہ راوی اس حدیث کو یاد بھی کرسکے۔

اسی طرح علامہ محی الدین النووی "تقریب" میں تابعی کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

قیل ھو من صحب صحابیا وقیل من لقیہ، وھو الاظھر۔ ۲؎	کہا گیا ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے صحابی کی صحبت اٹھائی ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تابعی وہ ہے جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو۔ اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔

دیکھئے اس عبارت میں بھی علامہ نووی نے تابعی کی تعریف میں صرف لقاء ہی کو اظہر بتایا ہے۔

اور حافظ جلال الدین سیوطی تقریب نووی کی شرح تدریب الراوی میں عبارت بالا کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقیل ھو من لقیہ وان لم یصحبہ کما قیل فی الصحابی وعلیہ الحاکم۔ قال ابن الصلاح وھو اقرب۔ قال	کہا گیا ہے کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اگرچہ اس کی صحبت سے مستفید نہ ہوا ہو جیسا کہ صحابی کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ یہی حاکم کی رائے ہے۔ ابن صلاح

۱؎ التقیید والایضاح صفحہ ۲۷۴ طبع حلب ۲؎ تقریب النووی صفحہ ۲۱۲ طبع مصر۔

المصنف وهو الاظهر. قال العراقي وعليه عمل الاكثرين من اهل الحديث. ۱؎

نے کہا ہے یہی زیادہ قریب ہے مصنف نے بھی اسی کو زیادہ ظاہر بتایا ہے۔ عراقی نے کہا ہے کہ اہل حدیث (محدثین) میں سے اکثر کا اسی پر عمل ہے۔

امام سیوطیؒ کی اس تصریح سے واضح ہو گیا کہ اہلِ فن کے نزدیک تابعیت کے لیے مجرد رؤیت کافی ہے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

التابعي وهو من لقي الصحابي كذلك وهذا متعلق باللقي وهذا هو المختار خلافاً لمن اشترط في التابعي طول الملازمة او صحة السماع او التمييز. ۲؎

تابعی وہ شخص ہے جس نے اسی طرح صحابی سے ملاقات کی ہو۔ اور یہی مذہب مختار ہے برخلاف ان لوگوں کے جو تابعی کے لیے طول ملازمت یا صحت سماع یا سن تمییز کو شرط قرار دیتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ حافظ صاحب کی رائے میں بھی مجردِ لقاء کافی ہے اور انھوں نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔

اسی طرح حافظ صاحب کے شاگرد حافظ سخاوی فرماتے ہیں:

فالتابع اللاقي لمن قد صحب النبي صلى الله عليه وسلم واحدا فاكثر سواء كانت الرؤية من الصحابي نفسه حيث كان التابعي اعمى او بالعكس او كانا جميعا كذلك يصدق انهما تلاقيا وسواء كان مميزا ام لا سمع منه ام لا. ۳؎

تابع وہ ملاقات کرنے والا ہے ایک یا ایک سے زائد ان حضرات سے کہ جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہو۔ خواہ خود صحابی نے اس کو دیکھا ہو بایں طور کہ تابعی نابینا ہو یا اس کے برعکس ہو کہ صحابی نابینا ہو یا دونوں ہی نابینا۔ تب بھی یہ بات صادق آئے گی کہ انھوں نے باہم ملاقات کی ہے۔ اور خواہ تابعی سن تمیز کو پہنچا ہو یا نہیں۔ اور خواہ اس نے صحابی سے سماع کیا ہو یا نہیں۔

۱؎ تدریب الراوی صفحہ ۲۱۲ طبع مصر ۲؎ نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۱۰۲ طبع لاہور

۳؎ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث صفحہ ۳۹۵ طبع لکھنؤ۔

مذکورہ بالا عبارتوں سے صاف واضح ہے کہ ائمہ اصولِ حدیث کے نزدیک ثبوتِ تابعیت کے لیے مجرد کسی صحابی کی رؤیت کافی ہے۔ البتہ خطیب بغدادی کے نزدیک صحبت صحابی ضروری ہے۔ لیکن صحبت کی نفی ایک تو خود حدیثِ نبوی سے ہوجاتی ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

طوبیٰ لمن رآنی وآمن بی و	خوبی ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر
طوبیٰ لمن رأی من رآنی ۔	ایمان لایا۔ اور خوبی ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھے
(رواہ الطبرانی والحاکم عن عبداللہ بن بسر۔) [1]	دیکھنے والے کو دیکھا۔

یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیت ہی کا لفظ استعمال فرمایا ہے جو کہ مطلق ہے لہٰذا اس مطلق کو صحبت یا اسی قسم کی کسی اور قید سے مقید کرنا درست نہ ہوگا اس لیے کہ اصولِ فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے، المطلق یجری علی اطلاقہ ۔

دوسرے یہ کہ خود خطیب بغدادی کے طرزِ عمل سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مراد بھی صحبت سے یہاں صحبت لغوی ہے جس میں ایک لحظہ کی ملاقات بھی کافی ہے نہ کہ صحبتِ عرفی کہ جس میں صرف ملاقات کافی نہیں بلکہ کچھ عرصہ تک ساتھ رہنا ضروری ہے۔ چنانچہ انھوں نے منصور بن المعتمر کو تابعین کے زمرے میں شمار کیا ہے حالانکہ تمام ائمہ حدیث جیسے مسلم بن الحجاج، ابن حبان وغیرہ ان کو تبع تابعین میں شمار کرتے ہیں اور امام نووی ان کے متعلق صاف لفظوں میں فرماتے ہیں کہ وہ تابعی نہیں بلکہ تبع تابعی ہیں۔

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حافظ زین الدین عراقی مقدمہ ابن صلاح کی شرح میں رقم طراز ہیں۔

الامر الثانی ان الخطیب وان کان قال	دوسری بات یہ ہے کہ خطیب نے اگرچہ کتاب الکفایہ میں جیسا کہ
فی کتاب الکفایۃ ما حکاہ عنہ المصنف	مصنف نے ان سے نقل کیا ہے یہ کہا ہے کہ تابعی وہ شخص ہے
من ان التابعی من صحب الصحابی فانہ	جس نے صحابی کی صحبت اٹھائی ہو، اس کے باوجود انھوں نے
عد منصور بن المعتمر من التابعین فی	منصور بن المعتمر کو اپنے اس "جزء" میں کہ جس کا موضوع ہے ،
جزء لہ جمع فیہ روایۃ الستۃ من	ان روایات کا جمع کرنا جن میں مسلسل چھ تابعین کی روایت
التابعین بعضھم عن بعض وذلک فی	ایک دوسرے سے پائی جاتی ہے "تابعین میں شمار کیا ہے۔ اور یہ

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ۔ باب مناقب الصحابہ الفصل الثانی۔

الحدیث الذی رواہ الترمذی والنسائی من روایۃ منصور بن المعتمر عن ھلال بن یساف عن ربیع بن خیثم عن عمرو بن میمون عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن امرأۃ من الانصار عن ابی ایوب مرفوعًا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ثلث القرآن قال الخطیب منصور بن المعتمر لہ ابن ابی اوفی. قلت وانما لہ رؤیۃ لہ فقط دون الصحبۃ والسماع. وقد ذکرہ مسلم وابن حبان وغیرھما فی طبقۃ اتباع التابعین ولم ار من عدہ فی طبقۃ التابعین وقال النووی فی شرح مسلم لیس بتابعی ولکنہ من اتباع التابعین. فقد عدہ الخطیب فی ... وان لم یعرف لہ صحبۃ لابن ابی اوفی، فیحمل قولہ فی الکفایۃ من صحب الصحابی علی ان المراد اللقی جمعًا بین کلامیہ واللہ اعلم۔

وہ حدیث ہے جس کو ترمذی اور نسائی نے بروایت منصور بن المعتمر عن ہلال بن یساف عن ربیع بن الخیثم عن ربیع بن میمون عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن امرأۃ من الانصار، حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کیا ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ثلث القرآن ہے۔ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد خطیب کے الفاظ ہیں کہ "منصور بن المعتمر لہ ابن ابی اوفی" میں (حافظ عراقی) کہتا ہوں۔ منصور کو حضرت ابن ابی اوفیٰ صحابی کی فقط رؤیت حاصل تھی نہ کہ صحبت اور سماع۔ چنانچہ مسلم، ابن حبان اور دوسرے لوگوں نے ان کو تبع تابعین ہی میں ذکر کیا ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ ان کو کسی نے تابعین میں ذکر کیا ہے۔ اور نووی شرح مسلم میں کہتے ہیں کہ وہ تابعی نہیں بلکہ تبع تابعی ہی ہیں۔ اب غور فرمائیے کہ اگرچہ ان کی صحبت حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے معروف نہیں ہے اس کے باوجود خطیب نے ان کو تابعین میں ذکر کیا ہے۔ لہٰذا خطیب نے کفایہ میں جو یہ کہا ہے کہ من صحب الصحابی تو اس کو اسی پر محمول کیا جائے گا کہ یہاں ان کے کلام میں صحبت سے مراد لقاء ہے تاکہ ان کی دونوں باتوں میں تطبیق ہو جائے۔ [1]

بلکہ علامہ سخاوی نے تو اس بارے میں یہاں تک لکھا ہے کہ لفظ صحبت کے بارے میں لغت اور عرف دونوں کا استعمال قریب قریب ایک ہی معنی میں ہوتا ہے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

فالعرف واللغۃ فیہ متقاربان ھذا مع ان الخطیب عد منصور بن المعتمر

یاد رکھیے تابعیت کے باب میں عرف اور لغت دونوں ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات

---

[1] التقیید والایضاح ص ۲۷۵ طبع حلب

فی التابعین مع کونہ لم یسمع من احد من الصحابۃ ۔ [1]

ذہن میں رہے کہ خطیب نے منصور بن المعتمر کو تابعین میں شمار کیا ہے باوجودیکہ انھوں نے کسی صحابی سے سماع نہیں کیا ہے ۔

تیسرے یہ کہ اگر خطیب کے قول کی یہ توجیہ نہ کی جائے بلکہ صحبت کو لقاء سے خاص کر کے اس کے عرفی معنیٰ میں لیا جائے تو بھی ان کی رائے کی غلطی ظاہر ہے اور اسی وجہ سے ائمۂ اصول حدیث نے خطیب کے اس قول کی تردید کی ہے ۔

چنانچہ حافظ ابن صلاح کے یہ الفاظ سابق میں گزر چکے ہیں :

والاکتفاء فی ھذا بمجرد اللقاء و الرؤیۃ اقرب منہ فی الصحابی نظرا الی مقتضی اللفظین فیھما ۔

اور لقاء اور رؤیت کے لحاظ سے صحابی و تابعی کے الفاظ کے مقتضی پر غور کیا جائے تو بہ نسبت صحابی کے تابعی کے بارے میں مجرد لقاء و رؤیت پر اکتفاء کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے ۔

اور حافظ زین الدین عراقی کی یہ تصریح بھی سابق میں گزر چکی ہے :

وفیہ امور احدھا ان تقدیم المصنف کلام الخطیب فی حد التابعی علی کلام الحاکم وغیرہ وتصدیرہ بہ کلامہ ربما یوھم ترجیحہ علی القول الذی بعدہ ولیس کذلک بل الراجح الذی علیہ العمل قول الحاکم وغیرہ فی الاکتفاء بمجرد الرؤیۃ دون اشتراط الصحبۃ ۔

یہاں چند امور قابل لحاظ ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ مصنف کا تابعی کی تعریف میں خطیب کے کلام کو حاکم وغیرہ کے کلام پر مقدم کرنا اور اس کے ذریعہ اپنے کلام کا آغاز کرنا یہ وہم بھی پیدا کر سکتا ہے کہ اس قول کو بعد والے قول پر ترجیح ہے حالانکہ واقعہ میں ایسا نہیں ہے بلکہ قول راجح جس پر عمل درآمد ہے وہ حاکم وغیرہ کا قول ہے کہ مجرد رؤیت کافی ہے اور صحبت کی شرط نہیں ۔

اور علامہ سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں :

وکذا للخطیب ایضاً التابعی حدہ ان یصحب الصحابی ولکن الاول اصح وعلیہ کما قال المصنف عمل الاکثرین

اور اسی طرح خطیب نے بھی تابعی کی یہ تعریف کی ہے کہ تابعی وہ ہے جس نے صحابی کی صحبت اٹھائی ہو لیکن پہلی تعریف زیادہ صحیح ہے اور جیسا کہ مصنف نے کہا ہے اسی پر اکثر حضرات

---

[1] فتح المغیث صفحہ ۳۹۶ طبع لکھنؤ

وقال شیخنا انہ المختار ۔ [۱]

کا عمل ہے اور ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر) نے اسی کو مختار بتایا ہے۔

چوتھے یہ کہ علماء اصول حدیث کا عمل بھی خطیب کے قول کے خلاف ہے۔

حافظ عراقی فرماتے ہیں:

وعلیہ یدل عمل ائمۃ الحدیث: مسلم بن الحجاج وابی حاتم بن حبان وابی عبد اللہ الحاکم وعبد الغنی بن سعید وغیرہم وقد ذکر مسلم بن الحجاج فی کتاب الطبقات سلیمان بن مہران الاعمش فی طبقۃ التابعین وکذلک ذکرہ ابن حبان فیہم وقال انما اخرجناہ فی ہذہ الطبقۃ لان لہ لقیا وحفظا، رای انس بن مالکؓ وان لم یصح لہ سماع المسند عن انسؓ وقال علی بن المدینی لم یسمع الاعمش من انسؓ انما راٰہ رؤیۃ بمکۃ یصلی خلف المقام. ...... وکذلک عد عبد الغنی بن سعید الازدی الاعمش فی التابعین فی جزء لہ جمع فیہ من روی من التابعین عن عمرو بن شعیب. وکذلک عد فیہم ایضا یحیی ابن ابی کثیر لکونہ لقی انسا وقد قال ابو حاتم الرازی انہ لم یدرک احدا

اسی پر ائمہ حدیث میں سے مسلم بن الحجاج، ابی حاتم بن حبان، ابی عبداللہ الحاکم، عبدالغنی بن سعید وغیرہ کا عمل دلالت کرتا ہے چنانچہ مسلم بن الحجاج نے "کتاب الطبقات" میں سلیمان بن مہران الاعمش کو تابعین میں شمار کیا ہے اور اسی طرح ابن حبان نے بھی تابعین ہی میں ان کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم نے تابعین میں ان کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ ان کی ملاقات اور حفظ ثابت ہے۔ انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اگرچہ ان کا حضرت انسؓ سے کسی حدیث مسند کو سننا ثابت نہیں ہے۔ اور علی بن المدینی کہتے ہیں کہ اعمش نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا انھوں نے صرف مکہ شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کو مقام ابراہیمؑ پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ..... اسی طرح عبدالغنی بن سعید الازدی نے بھی اپنے "جزء" میں جس میں انھوں نے ان تابعین کو جمع کیا ہے جنھوں نے عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے اعمش کو تابعین میں شمار کیا ہے، اسی طرح یحییٰ بن ابی کثیر کو بھی تابعین میں ذکر کیا ہے اس لئے کہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے حالانکہ ابوحاتم رازی کہتے ہیں

---

[۱] فتح المغیث صفحہ ۴۹۶ طبع لکھنؤ

من الصحابۃ الا انس بن مالکؓ فانہ رآہ رؤیۃ ولم یسمع منہ کذا قال البخاری وابوزرعۃ ....

کہ یحیی ابن ابی کثیر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی کو نہیں پایا اور انھیں بھی صرف دیکھا ہے ان سے سماع نہیں کیا ہے۔ اور یہی بیان بخاری اور ابوزرعہ کا بھی ہے ....

وذکر عبدالغنی بن سعید ایضاً جریر بن حازم فی التابعین لکونہ رأی انساً۔ و قد روی عن جریر انہ قال مات انسؓ ولی خمس سنین۔ وذکر عبدالغنی بن سعید ایضا موسی بن ابی عائشۃ فی التابعین لکونہ لقی عمرو بن حریث۔ وقال الحاکم ابوعبداللہ فی علوم الحدیث فی النوع الرابع عشر ھم طبقات خمسۃ عشر طبقۃ آخرھم من لقی انس بن مالکؓ من اھل البصرۃ۔ ومن لقی عبداللہ بن ابی اوفیٰ من اھل الکوفۃ۔ ومن لقی السائب بن یزید من اھل المدینۃ۔ (الی آخر کلامہ۔)

اسی طرح عبدالغنی بن سعید نے جریر بن حازم کو بھی تابعین میں شمار کیا ہے اس لئے کہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔ جریر سے یہ روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت میری عمر پانچ سال تھی۔ عبدالغنی بن سعید نے اسی طرح موسیٰ بن ابی عائشہ کو بھی تابعین میں ذکر کیا ہے اس لیے کہ انھوں نے عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تھی۔ اور حاکم ابوعبداللہ نے علوم حدیث کی چودھویں نوع میں کہا ہے کہ تابعین کے پندرہ طبقے ہیں ان میں آخری طبقہ اہل بصرہ میں سے ان لوگوں کا ہے جنھوں نے حضرت انسؓ سے ملاقات کی تھی۔ اور اہل کوفہ میں سے ان لوگوں کا ہے جنھوں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے ملاقات کی تھی اور اہل مدینہ میں سے ان لوگوں کا ہے جنھوں نے سائب بن یزید سے ملاقات کی تھی (الی آخر کلامہ)

ففی کلام ھؤلاء الائمۃ الاکتفاء فی التابعی بمجرد رؤیۃ الصحابی ولقیہ لہ دون اشتراط الصحبۃ۔[1]

تابعیت کے باب میں ان ائمہ کی تصریحات میں صحابی کی رؤیت اور اس کے لقاء پر اکتفا کیا گیا صحبت کی شرط نہیں ہے۔

ان تمام تصریحات منقولہ بالا سے معلوم ہوا کہ جمہور ائمۂ اصول حدیث اور عام محدثین تابعیت کے

---

[1] التقیید والایضاح صفحہ ۲۷۶ طبع حلب

ثبوت کیلئے صرف صحابی کی رؤیت کو کافی سمجھتے ہیں۔

چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی "اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ" میں فرماتے ہیں :-

ثم اعلم ان جمہور علماء اصول الحدیث علی ان الرجل بمجرد اللقی والرؤیۃ للصحابی یصیر تابعیا ولا یشترط ان یصحبہ مدۃ ولا ان ینقل عنہ روایۃ بخلاف الصحابی فان بعض الفقہاء شرطوا فی کونہ صحابیا طول الصحبۃ او المرافقۃ فی الغزوۃ او الموافقۃ فی الروایۃ ۔[1]	پھر واضح رہے کہ جمہور علماء اصول حدیث اس طرف گئے ہیں کہ مجرد لقاء اور رؤیت صحابی سے تابعیت کا شرف حاصل ہو جاتا ہے اور تابعی ہونے کے لیے نہ صحابی کی صحبت میں کچھ مدت کے لیے رہنا شرط ہے اور نہ اس سے کسی روایت کا نقل کرنا۔ برخلاف صحابی کے کہ بعض فقہاء نے صحابی ہونے کے لیے طول صحبت یا کسی غزوہ میں رفاقت یا روایت میں موافقت کو شرط قرار دیا ہے ۔

ہمارے خیال میں تابعی کی تعریف کے متعلق اتنی بحث کافی ہے۔ آئیے اب اس امر کا جائزہ لیں کہ اصول حدیث کے اس متعینہ فیصلہ کی روشنی میں اور تابعی کی اس مسلمہ تعریف کے مطابق آیا امام ابوحنیفہ شرفِ تابعیت کے حامل ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟

اس بحث کو طے کرنے کے سلسلے میں حسب ذیل امور غور طلب ہیں :-

اولاً یہ کہ امام اعظمؒ نے صحابہ کا زمانہ پایا یا نہیں؟ دوم یہ کہ انھوں نے کسی صحابی کو دیکھا یا نہیں؟ اور سوم یہ کہ ان کی کسی صحابی سے روایت ثابت ہے یا نہیں ؟

۱۔ امام اعظمؒ نے صحابہؓ کا زمانہ پایا یا نہیں، اس کو معلوم کرنے کے لیے سب سے پہلے ان کی تاریخ پیدائش پر نظر ڈالنی چاہیے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ آپ کی پیدائش کے وقت صحابہ اس دنیا میں موجود تھے یا نہیں؟

امام صاحبؒ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے۔ بیشتر حضرات نے جن میں علامہ خطیب بغدادی، حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ شامل ہیں، آپ کا سنہ پیدائش ۸۰ھ بتایا ہے۔

---

[1] صفحہ ۸۵، طبع حلب ۔

لیکن بعض حضرات نے ۶۱ھ اور ۸۰ھ بھی بیان کیا ہے - علامہ محمد زاہد الکوثری کی رائے میں ۸۰ھ کی روایت کو ترجیح ہے چنانچہ انھوں نے اپنی کتاب "تانیب الخطیب" میں اس پر بہت سے دلائل وشواہد دیئے ہیں -

یہ وہ زمانہ ہے جب بہت سے صحابہ کرام اس دنیا میں تشریف فرما تھے متعدد علماء نے ایسے تمام صحابہ کو نام بنام گنایا ہے جو اس وقت بقید حیات تھے -

چنانچہ علامہ محدث مخدوم محمد ہاشم سندھی "اتحاف[لہ] الاکابر" میں فرماتے ہیں :

فمن الصحابة الذين ادرکهم ابوحنیفة	چنانچہ ان صحابہ میں سے جن کو امام ابوحنیفہ نے پایا یہ ہیں :-
الکوفی رحمہ اللہ تعالیٰ، عبد اللہ بن ابی اوفیٰ	حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ ....
رضی اللہ تعالیٰ عنہ .... ومنهم انس بن	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
مالك الانصاری خادم النبی صلی اللہ علیہ وسلم	کے خادم ....
ورضی عنہ .... ومنهم عمرو بن حریث	حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ ....
رضی اللہ تعالیٰ عنہ .... ومنهم عبد اللہ	حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ ..
بن الحارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ تعالیٰ	.... حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ ....
عنہ .... ومنهم عبد اللہ بن انیس رضی	.... حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ ......
اللہ تعالیٰ عنہ .... ومنهم واثلة بن	.... حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ
الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ .... ومنهم	.... حضرت سائب بن خلاد
سهل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	رضی اللہ عنہ ....
.... ومنهم السائب بن خلاد بن سوید	حضرت محمود بن ربیع بن سراقہ رضی اللہ عنہ ....
.... ومنهم محمود بن الربیع بن سراقة	.... حضرت محمود بن لبید بن
.... ومنهم محمود بن لبید بن عقبة	عقبہ بن رافع رضی اللہ عنہ ....

لہ اتحاف الاکابر کا قلمی نسخہ مولانا پیر ہاشم جان سرہندی کے کتب خانے واقع ٹنڈو سائیںداد میں موجود ہے - ہم نے یہ عبارت "التعلیق القویم علی مقدمة کتاب التعلیم" صفحہ ۳۰ تا صفحہ ۳۴ سے نقل کی ہے -

بن رافع .... ومنهم عبد الله بن بسر
المازني .... ومنهم ابو امامة الباهلي
.... ومنهم وابصة بن معبد بن عقبة
الأسدي .... ومنهم الهرماس بن
زياد بن مالك الباهلي ابو حديد ....
.... ومنهم المقدام بن معديكرب الكندي
.... ومنهم عتبة بن عبد السلمي
.... ومنهم يوسف بن عبد الله
بن سلام .... ومنهم ابو الطفيل عامر
بن واثلة الليثي .... ومنهم السائب
بن يزيد .... ومنهم العداء بوزن
العطار بن خالد .... ومنهم عكراش
بن ذويب بن حرقوص التميمي ....
قلت . فهؤلاء قد ادرك ابو حنيفة
زمنهم من الصحابة وهم احد وعشرون
كما عرفت . ولو تتبع لزاد عليهم شيء ان
شاء الله تعالى . (انتهى ملخصاً)

حضرت عبد اللہ بن بسر المازنی رضی اللہ عنہ ....
حضرت ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ ....
حضرت وابصہ بن معبد بن عتبہ الاسدی رضی اللہ عنہ ......
حضرت ہرماس بن زیاد بن مالک باہلی ابو حدید رضی اللہ عنہ
.... حضرت مقدام بن معدیکرب الکندی
رضی اللہ عنہ ....
حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ ....
حضرت یوسف بن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ....
..... حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ اللیثی رضی اللہ عنہ ..
.... حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ .....
.... حضرت عداء بوزن عطار بن خالد رضی
اللہ عنہ .... حضرت عکراش بن ذویب
بن حرقوص التمیمی رضی اللہ عنہ ....
میں (مخدوم) کہتا ہوں ۔ یہ وہ حضرات صحابہ ہیں جن کا امام
ابو حنیفہ نے زمانہ پایا ۔ اور یہ جیسا کہ تمھیں معلوم ہوا اکیس (۲۱) حضرات
ہیں ۔ اور اگر مزید جستجو کی جاتی تو انشاء اللہ اس میں کچھ اور
اضافہ ہوجاتا ہے ۔

یہ ان صحابہ کے اسماء گرامی ہیں جن کا امام صاحبؒ نے زمانہ پایا ۔ اور اگرچہ ان میں سے بعض کے سنہ وفات میں اختلاف ہے لیکن بجز حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ کے کوئی بھی ایسا صحابی اس فہرست میں مذکور نہیں ہے جس کی وفات ۸۰ھ سے قبل ہوئی ہو ۔ البتہ ایک روایت میں صرف حضرت ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ کا سنہ وفات ۸۱ھ ذکر کیا گیا ہے ۔

ناظرین کی آسانی کے لیے مخدوم محمد ہاشم صاحب کی تفصیلات کو ہم ذیل کے جدول میں پیش کرتے ہیں :۔

نام صحابی	سنہ وفات	جہاں وفات پائی
حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ	۸۶ھ یا ۸۷ھ	کوفہ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	۹۱ھ یا ۹۳ھ	بصرہ
حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ	۸۵ھ یا ۹۸ھ	کوفہ
حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ	۸۵ھ[۱] یا ۸۶ھ یا ۸۷ھ یا ۸۸ھ	مصر
حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ		
حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ	۸۳ھ یا ۸۵ھ	دمشق
حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ	۸۸ھ یا اس کے بعد	مدینہ
حضرت سائب بن خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ	۸۱ھ	
حضرت محمود بن الربیع بن سراقہ رضی اللہ عنہ	۹۹ھ	مدینہ میں مقیم تھے
حضرت محمود بن لبید بن عقبہ رضی اللہ عنہ	۹۶ھ	مدینہ میں مقیم تھے
حضرت عبداللہ بن بسر المازنی رضی اللہ عنہ	۸۸ھ یا ۹۶ھ	شام یا حمص
حضرت ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ	۸۱ھ یا ۸۶ھ	حمص
حضرت وابصہ بن المعبد بن عتبہ رضی اللہ عنہ	۹۰ھ	رقہ
حضرت ہرماس بن زیاد رضی اللہ عنہ	۱۰۰ھ کے بعد وفات پائی	یمامہ
حضرت المقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ	۸۶ھ یا ۸۷ھ	شام
حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ	ولید بن عبدالملک کے زمانے میں وفات پائی۔ یاد رہے کہ ولید کی خلافت ۸۶ھ سے شروع ہوئی ہے۔	
حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ	حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ ان کی خلافت ۹۹ھ سے شروع ہوتی ہے۔	
حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ	۱۰۰ھ یا ۱۰۲ھ یا ۱۰۷ھ یا ۱۱۰ھ	مکہ یا کوفہ
حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ	۸۶ھ یا ۸۸ھ یا ۹۱ھ	مدینہ
حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ	یزید بن المہلب کے خروج کے وقت تک زندہ رہے۔ خیال رہے کہ یزید نے ۱۰۱ھ یا ۱۰۲ھ میں خروج کیا	رخج (سجستان)
حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ	پہلی صدی کے اخیر تک زندہ رہے۔	

۱؎ حافظ جعابی نے تصریح کی ہے کہ ان کی وفات [illegible] میں ہوئی ہے۔

حضرت امام صاحبؒ کے سنہ پیدائش اور ان صحابہ کے سنین وفات پر نظر ڈالنے سے واضح طور پر یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ امام صاحبؒ کی ان صحابہ سے ملاقات عین ممکن ہے۔ تاہم ابھی یہ بات تحقیق طلب ہے کہ کیا امام صاحبؒ کی ان حضرات سے ملاقات ہوئی تھی یا نہیں؟ بحث کے دو پہلو ہیں ایک عقلی، دوسرا نقلی۔ عقلی طور پر تو یہ بات بڑی عجیب سی نظر آتی ہے کہ اتنے صحابہ کے ہوتے ہوئے بھی امام صاحب ان کی زیارت سے مشرف نہ ہوئے ہوں اور اس عظیم شرف سے محروم رہے ہوں جب کہ آپ کے خاندان والوں کا یہ دستور بھی تھا کہ بچوں کو صحابہ کی خدمت میں لے جایا کرتے تھے اور ان کے لئے دُعا کرواتے تھے چنانچہ آپ کے والد "ثابت" بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے گئے تھے اور آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی۔ تھوڑی دیر کے لیے فرض کیجئے بچپن میں آپ کو کسی صحابی کی خدمت میں پیش نہیں کیا گیا لیکن بعض صحابہ تو آپ کے سن رشد کو پہنچنے تک زندہ رہے ہیں اور حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ کا انتقال تو ۱۱۰ھ میں یا اس کے بعد ہوا ہے۔ اس صورت میں تو یہ بات اور زیادہ عجیب نظر آتی ہے کہ امام اعظم بیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد بھی صحابہ سے شرف ملاقات کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر رہے ہوں۔

شاید کسی کو یہ خیال آئے کہ امام صاحب چونکہ کوفہ میں رہائش پذیر تھے اور یہ حضرات دور دراز علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے اس لئے ملاقات نہ ہوسکی ہو لیکن یہ بات بھی درست نہیں ہے اس لیے کہ بعض صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ خود کوفہ ہی میں رہائش پذیر تھے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے لیے حج کا موقعہ ایک ایسے اجتماع کا موقع ہے جہاں دنیا کے گوشے گوشے سے ہر سال ہزاروں آدمی جمع ہوتے ہیں اور خاص طور پر اس دور میں توحج کی طرف خصوصی توجہ کی جاتی تھی اور لوگ اس نعمت سے زیادہ سے زیادہ متمتع ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ بڑے بڑے فقہاء اور محدثین کے متعلق منقول ہے کہ انھوں نے پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ حج کیے ہیں، خود امام صاحبؒ کے متعلق صاحب درمختار نے لکھا ہے کہ آپ نے پچپن ۵۵ حج ادا فرمائے ہیں۔ حضرت امام اعظم کی کل عمر حسب قول مشہور ستر سال تھی،

اس لیے ظاہر ہے کہ بتیس سال کی عمر تک آپ نے کم از کم پانچ حج ضرور ادا فرمائے ہوں گے۔ اور یہ بات تو سراسر بعید از عقل ہے کہ آپ حج کے دوران صحابہ کی زیارت سے محروم رہے ہوں بالخصوص جبکہ صحابہ خصوصی مجالس بھی منعقد کرتے تھے اور اس میں احادیث بھی بیان فرماتے تھے۔ یہ بحث تو عقلی اور امکانی کی حیثیت سے تھی۔

اب نقل و روایت کی بنیاد پر امام اعظمؒ کی تابعیت کو دیکھیے۔ اس بحث کے طے کرنے کا حق سب سے زیادہ محدثین و مؤرخین کو ہے۔ تمام تراجم و رجال کی کتابیں امام صاحبؒ کی تابعیت کے اثبات پر متفق ہیں۔ اور اس سلسلہ میں ان کے درمیان اگر کوئی اختلاف ہے تو صرف اس امر میں ہے کہ آیا آپ نے اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے یا نہیں؟ چنانچہ علامہ ابن البزاز کردری اپنی کتاب "مناقب الامام الاعظم" میں فرماتے ہیں:

واتفق المحدثون علی ان اربعۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانوا علی عھدہ فی الاحیاء، وان تنازعوا فی روایتہ عنھم۔ ۵۱	محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں چار اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقید حیات موجود تھے۔ اگرچہ محدثین نے ان سے امام ابوحنیفہؒ کی روایت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

علامہ احمد بن المصطفیٰ المعروف بطاش کبری زادہ اپنی کتاب "مفتاح السعادۃ" میں فرماتے ہیں:

ومن جھات شرفہ انہ لیس بین الائمۃ تابعی غیرہ وقد ذکر ابن الصلاح ان الامام مالکا من تبع التابعین واما ابوحنیفہ فقد اتفق المحدثون علی ان اربعۃ من الصحابۃ کانوا علی عھد الامام فی الحیوۃ وان تنازعوا فی الروایۃ عنھم۔ ۵۲	من جملہ فضائل امام ابوحنیفہ ایک یہ بھی ہے کہ ائمہ متبوعین میں آپ کے علاوہ کوئی تابعی نہیں ہے۔ ابن صلاح نے امام مالکؒ کو بھی تبع تابعین ہی میں شمار کیا ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ سو محدثین اس پر متفق ہیں کہ امام صاحبؒ کے زمانہ میں چار صحابہ بقید حیات موجود تھے۔ اگرچہ صحابہ سے امام صاحب کی روایت کے بارے میں اختلاف ہے۔

---

۵۱ صفحہ ۵ جلد اول طبع حیدر آباد دکن　۵۲ صفحہ ۶۴ جلد دوم طبع حیدر آباد دکن

اسی طرح ملا علی قاری مؤطا امام محمد کی شرح میں رقمطراز ہیں :

ان اباحنیفۃ تابعی بلاخلاف کمابینتہ فی سند الانام فی شرح مسند الامام۔ انتہی[۱]	امام ابوحنیفہ بغیر کسی اختلاف کے تابعی ہیں۔ جیسا کہ میں نے "سند الانام فی شرح مسند الامام" میں بیان کیا ہے۔

مذکورہ بالا اقوال سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ امام ابوحنیفہ کی تابعیت پر علماء حدیث متفق ہیں۔ چنانچہ ان کے اقوال اس سلسلے میں حسب ذیل ہیں :-

حافظ محمد بن سعد "طبقات" میں فرماتے ہیں :

حدثنا الموفق سیف بن جابر قاضی واسط قال سمعت اباحنیفۃ یقول قدم انس بن مالک الکوفۃ ونزل النخع. وکان یخضب بالحمرة. وقد رأیتہ مرارًا۔ [۲]	ہم سے موفق سیف بن جابر قاضی واسط نے بیان کہ میں نے ابوحنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ کوفہ میں آئے اور بنو النخع میں اترے۔ وہ سرخ خضاب لگاتے تھے اور میں نے انھیں متعدد مرتبہ دیکھا ہے۔

حافظ دارقطنی شافعی فرماتے ہیں :

لم یلق اباحنیفۃ احدًا من الصحابۃ الا انہ رای انسًا بعینہ ولم یسمع منہ۔ [۳]	امام ابوحنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی البتہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر ان سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

حافظ خطیب بغدادی "تاریخ بغداد"[۴] میں فرماتے ہیں :

رای ابوحنیفۃ انس بن مالک ۔	امام ابوحنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

حافظ سمعانی کتاب الانساب میں فرماتے ہیں :

ابوحنیفۃ النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان رای انس بن مالک ۔ [۵]	امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔

---

[۱] عمدۃ الاصول فی احادیث الرسول از مولانا محمد شاہ صدیقی صفحہ ۱۹ طبع دہلی۔ [۲] اتحاف الاکابر بمرویات الشیخ عبد القادر از علامہ مخدوم محمد ہاشم السندھی [۳] تبییض الصحیفہ بروایت حمزۃ السہمی صفحہ ۱۳۱ طبع دہلی برحاشیہ کشف الغمہ [۴] جلد ۱۳ صفحہ ۳۲۴ [۵] باب الرائی صفحہ ۲۴۶ طبع لیڈن